قرآن کا اندازِ خطاب اور اس کی اقسام(۱)

مصنف: الامام بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی
ترجمہ وتلخیص: حافظ محمد زبیر☆

یہ مضمون علوم القرآن کی معروف کتاب ''البرہان'' سے لیا گیا ہے۔ اس مضمون میں علامہ زرکشیؒ نے قرآن کے اندازِ خطاب پر بحث کی ہے کہ بعض اوقات قرآن کا خطاب خاص ہوتا ہے لیکن مراد عموم ہوتا ہے اور بعض اوقات خطاب میں عموم ہوتا ہے لیکن معنی میں اختصاص ہوتا ہے۔ بہرحال قرآن کے ترجمہ وتفسیر میں اس مضمون کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ایک لحاظ سے اس مضمون میں وہ اصول تفسیر بیان کیے گئے ہیں جو کہ قرآن کے اندازِ خطاب اور مخاطبات سے بحث کرتے ہیں۔

قرآن میں خطاب کے مختلف انداز ہیں:

① خطاب بھی عام ہو اور مراد بھی عام ہو

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ (المجادلۃ)
''بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''

(۲) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا﴾ (یونس:۴۴)
''بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔''

(۳) ﴿وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ (الکہف)
''اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''

(۴) ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ﴾ (الروم:۴۰)
''اللہ وہ ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم کو رزق دیا، پھر تم کو مارے گا، پھر زندہ کرے گا۔''

☆ شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی لاہور

(۵) ﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ (المؤمن:٦٧)

''اللہ وہ ذات ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفے سے۔''

(٦) ﴿اَللّٰهُ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا﴾ (المؤمن:٦٤)

''اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو جائے قرار بنایا۔''

(۷) ﴿يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝﴾ (الانفطار)

''اے انسان! کس چیز نے تجھے اپنے کریم ربّ کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا؟''

② خطاب بھی خاص ہو اور مراد بھی خاص ہو

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ (آل عمران: ١٠٦)

''کیا تم نے کفر کیا ایمان لانے کے بعد؟''

(۲) ﴿هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ﴾ (التوبة: ٣٥)

''یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنی جانوں کے لیے جمع کیا تھا۔''

(۳) ﴿ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝﴾ (الدُّخان)

''چکھ (عذاب کو)' بے شک تو بڑا قوی اور باعزت تھا۔''

(۴) ﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ﴾ (المائدة:٦٧)

''اے رسول (ﷺ)! پہنچا دیں وہ جو کہ آپ کی طرف آپ کے ربّ کی طرف سے نازل کیا گیا۔''

(۵) ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا﴾ (الاحزاب:٣٧)

''پس جب زید (رضی اللہ عنہ) نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے آپ کا نکاح اس (زینب رضی اللہ عنہا) سے کر دیا۔''

اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں۔

③ خطاب خاص ہو جب کہ مراد عام ہو

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ......﴾ (الطلاق:١)

''اے نبی (ﷺ)! جب تم عورتوں کو طلاق دو......''

خطاب کی ابتدا رسول اللہ ﷺ سے ہوئی لیکن مراد ہر وہ شخص ہے جو کہ طلاق کا حق رکھتا ہے۔

(۲) ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ؗ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ﴾ (الاحزاب: ۵۰)

''اے نبی (ﷺ)! بے شک ہم نے آپؐ کے لیے آپؐ کی ان بیویوں کو حلال کر دیا ہے جن کا حق مہر آپؐ نے ادا کر دیا ہو اور آپؐ کی وہ لونڈیاں جو اللہ نے (مالِ غنیمت کے طور پر) آپؐ کے ہاتھ لگوا دیں اور آپؐ کے چچا کی بیٹیاں اور آپؐ کی پھوپھی کی بیٹیاں اور آپؐ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپؐ کی خالہ کی بیٹیاں جنہوں نے آپؐ کے ساتھ ہجرت بھی کی' اور مؤمن عورت اگر وہ اپنے آپ کو آپؐ کے لیے ہبہ کر دے' اگر آپؐ اس سے نکاح کرنا چاہیں۔ یہ (رعایت) خالص آپؐ کے لیے ہے اہل ایمان کے علاوہ۔''

ابوبکر الصیر فی کہتے ہیں کہ خطاب کی ابتدا آپؐ سے ہوئی' لیکن جب ہبہ کے بارے میں اللہ کا یہ ارشاد ہوا کہ ''خَالِصَةً لَّكَ'' (یہ صرف آپؐ کے لیے ہے) تو یہ بات معلوم ہوئی کہ ماقبل حکم آپؐ اور آپؐ کے غیر دونوں کو شامل ہے۔

(۳) ﴿وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ﴾ (النساء: ۱۰۲)

''اور جب آپؐ ان کے درمیان ہوں تو اُن کے لیے نماز قائم کریں۔''

امام ابو یوسفؒ نے اس آیت کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ صلاۃ الخوف صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص ہے' جبکہ جمہور علماء کا موقف اس کے برعکس ہے۔ ان کے نزدیک ''فِيْهِمْ'' بطور شرط نہیں ہے' بلکہ یہاں پر صفت حال بن رہا ہے۔ خطاب میں اصل یہ ہے کہ وہ معین کو ہوتا ہے' اور بعض اوقات خطاب غیر معین کو بھی ہوتا ہے' تاکہ عموم کا فائدہ دے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۴) ﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ﴾ (البقرۃ: ۲۵)

''اور آپؐ خوشخبری دیں ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک عمل کیے کہ اُن کے لیے باغات ہیں۔''

④ خطاب عام ہو جبکہ مراد خاص ہو

اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا یہ قرآن میں واقع ہوا ہے یا نہیں۔ بعض علماء اس کا انکار کرتے ہیں' کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ ایسی دلیل جو تخصیص کا موجب ہو وہ

استثنائے متصل کے قائم مقام ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿فَلَبِثَ فِيهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا﴾ (العنکبوت:١٤)

''پس وہ (نوحؑ) ان کے درمیان رہے ہزار سال' مگر پچاس سال (کم)۔''

اب یہاں عموم کے بعد تخصیص فوراً آئی ہے' لیکن یہ استثناء ہے۔ جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ قرآن میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۲) ﴿اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ﴾ (آل عمران:١٧٣)

''وہ لوگ (کہ) جن کو لوگوں نے کہا بے شک لوگ تمہارے خلاف جمع ہو چکے ہیں۔''

یہاں پر دونوں جگہ'' النَّاسُ '' کا لفظ عام ہے اور اس کی عمومیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ تمام لوگ اس کے تحت داخل ہوں' جبکہ یہاں بعض افراد مراد ہیں' کیونکہ قائلین ان میں سے نہیں ہیں جن سے کہا گیا ہے۔ پہلے '' النَّاسُ '' سے مراد نعیم بن سعید الثقفی ہے جبکہ دوسرے '' النَّاسُ '' سے مراد ابوسفیان اور اس کے ساتھی ہیں۔

(۳) ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ﴾ (البقرۃ:١٣)

''اور جب ان سے کہا گیا کہ تم ایمان لاؤ جیسا کہ لوگ ایمان لائے۔''

یہاں '' النَّاسُ '' سے مراد عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۴) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ﴾ (الحُجُرات:٤)

''بے شک جو لوگ آپؐ کو پکارتے ہیں گھروں کے پیچھے سے۔''

ضحاک کہتے ہیں یہاں '' اقرع بن حابس'' مراد ہے۔

(۵) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ﴾ (النساء:١)

''اے لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو۔''

اس خطاب میں بچے اور مجنون شامل نہیں ہیں۔ پھر تخصیص بعض اوقات آیت کے آخر میں آتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۶) ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ (النساء:٤)

''اور دے دو عورتوں کو اُن کے حق مہر خوش دلی سے۔''

یہ آیت مبارکہ عام ہے۔ یہ بالغ و چھوٹی' عقل مند و مجنون تمام عورتوں کو شامل ہے۔ پھر آیت کے آخر میں تخصیص کرتے ہوئے فرمایا:

(ـ) ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا......﴾ (النساء:٤)

''البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ تمہیں معاف کر دیں.....''

اس حکم کو بالغ عقل مند عورت کے لیے خاص کیا' کیونکہ ان کے سوا جتنی عورتیں ہیں ان کے عفو کو لغو سمجھا جائے گا۔

(۸) اسی طرح:

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ﴾ (البقرۃ:۲۲۸)

''اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں۔''

یہ آیت مطلقہ بائنہ اور رجعیہ دونوں کو عام ہے۔

پھر آگے جا کر اِس آیت مبارکہ کو صرف مطلقہ رجعیہ کے لیے خاص کر دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۹) ﴿وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾ (البقرۃ:۲۲۸)

''اور اُن کے شوہر اِس مدت کے اندر اندر اُن کو لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں۔''

یہ آیت مطلقہ رجعیہ کے بارے میں ہے' کیونکہ مطلقہ بائنہ کو نہیں لوٹایا جاتا۔ اور بعض اوقات تخصیص کا ذکر آیت کے شروع میں ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱۰) ﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا﴾ (البقرۃ:۲۲۹)

''اور تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ جو کچھ تم نے ان کو (بیویوں کو) دیا ہو اُس میں سے کچھ واپس لو۔''

یہ حکم خاص اس چیز کے لیے ہے جو شوہر نے اپنی بیوی کو دی ہو۔ آگے چل کر فرمایا:

(۱۱) ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾

(البقرۃ:۲۲۹)

''پس اگر تم کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ کر سکیں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں اس (معاوضہ) میں جس کو عورت فدیہ میں دے دے۔''

اور بعض اوقات تخصیص کسی دوسری آیت میں آتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱۲) ﴿وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ﴾ (الانفال:۱۶)

''اور جو کوئی اُس دن ان میں سے اپنی پیٹھ پھیر کر بھاگے گا۔''

یہ آیۂ مبارکہ مقاتلین کے حوالے سے عام ہے چاہے زیادہ ہوں یا کم ہوں۔ اس کے بعد فرمایا:

(۱۳) ﴿اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ﴾ (الانفال:٦٥)

''اگر تم میں بیس (۲۰) صبر کرنے والے ہوں وہ دوسو پر غالب آ جائیں گے۔''

یعنی ایک اور دس کا تناسب قائم کر دیا۔

(۱۴) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ (المائدۃ:٣)

''تمہارے اوپر ہر قسم کا مردار حرام کر دیا گیا ہے۔''

یہ آیت ہر قسم کے مردار کو شامل ہے۔ پھر اس آیت کو ایک دوسری آیت کے ذریعہ خاص کیا:

(۱۵) ﴿فَكُلُوْا مِمَّا اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ﴾ (المائدۃ:٤)

''پس تم کھالو اس میں سے جس کو وہ (شکاری جانور) روک رکھیں تمہارے لیے۔''

اس آیت کے ذریعہ اس شکار کو جائز قرار دیا جو کہ سکھائے ہوئے شکاری جانور کے مُنہ میں مر جائے۔ ایک اور آیت میں اس کی تخصیص آئی ہے:

(۱۶) ﴿اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ﴾ (المائدۃ:٩٦)

''تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔''

اس کی تقدیر عبارت یہ ہے: ''وَاِنْ كَانَتْ مَيْتَةً'' یعنی تمہارے لیے سمندر کا شکار حلال کیا گیا ہے اگر چہ مردہ ہی کیوں نہ ہو۔ بس اس آیت کے ذریعے سے اوپر والی آیت کے عموم میں تخصیص پیدا کر دی گئی۔ اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱۷) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ......﴾ (النور:٢٧)

''اے اہل ایمان! اپنے گھروں کے علاوہ کسی گھر میں داخل نہ ہو۔''

(۱۸) ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ﴾ (النور:٢٩)

''تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم اُن گھروں میں داخل ہو جن میں کسی کی رہائش نہ ہو اور اس میں تمہارے لیے نفع اٹھانا ہو۔''

(۱۹) ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ......﴾ (البقرۃ:١٧٣)

''اس نے تو تم پر یہی حرام کیا ہے مردار اور خون......''

دوسری آیت میں فرمایا:

(۲۰) ﴿اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا﴾ (الانعام:١٤٥)

''سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو۔''

یعنی جگر اور تلی اس میں شامل نہیں ہیں اور حلال ہیں۔ یہ آیت جو کہ خاص ہے' سورۃ الانعام میں ہے جو کہ مکی سورت ہے' جبکہ اس کا عام حکم سورۃ المائدۃ میں ہے جو کہ مدنی ہے۔ لہٰذا خاص' عام پر زمانی اعتبار سے مقدم ہوا۔ امام شافعیؒ کے قول کے مطابق اعتبار خاص آیت ہی کے حکم کا ہوگا چاہے وہ زمانی اعتبار سے مقدم ہو یا مؤخر ہو۔

(۲۱) ﴿وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ط﴾ (النساء: ۲۰)

''اور تم ان میں سے کسی ایک کو ڈھیروں (مال) حق مہر کے طور پر دے دو تو اس سے کچھ بھی واپس نہ لو۔''

اس کی تخصیص درج ذیل آیتِ مبارکہ میں ہے:

(۲۲) ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ﴾ (النساء: ٤)

''پس اگر وہ خوشی سے تمہارے لیے اپنی طرف سے کچھ معاف کر دیں تو اُس کو کھاؤ۔''

اسی طرح آیۂ مبارکہ:

(۲۳) ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ص﴾ (النور: ۲)

''زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد اُن میں سے ہر ایک کو سو (۱۰۰) کوڑے لگاؤ۔''

یہ آیت آزاد عورتوں اور لونڈیوں سب کے بارے میں عام ہے۔ پھر اس آیت کو ایک دوسری آیت سے خاص کیا گیا:

(۲۴) ﴿فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ط﴾ (النساء: ۲۵)

''پس ان کے اوپر (لونڈیوں پر) اس سزا کا نصف ہوگا جو کہ آزاد عورتوں کو ہوگی۔''

(۲۵) ﴿لَا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ﴾ (البقرۃ: ۲۵۴)

یعنی اُس دن نہ خرید و فروخت ہو گی' نہ کوئی دوستی ہو گی اور نہ کوئی سفارش۔ یہاں پر ''خُلَّةٌ'' عام ہے۔ پھر اس کو خاص کیا گیا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۲۶) ﴿اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾ (الزخرف)

''دوست اُس دن آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے۔''

اسی طرح آیت شفاعت میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت خاص ہے۔ اور اس کی تخصیص حدیث میں ہے۔

⑤ خطاب جنس

یعنی ایسا خطاب جس میں مخاطب جنس ہو۔ جیسا کہ ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ﴾ یہاں لوگوں کی جنس مراد ہے نہ کہ ہر فرد مراد ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ غیر مکلّف کو یہ خطاب نہیں ہے۔ اکثر اوقات یہ خطاب اہل مکہ کو ہوتا تھا۔ اصولیین کا راجح قول یہ ہے کہ اس خطاب کے تحت رسول اللہ ﷺ بھی داخل ہیں۔

قرآن میں دو سورتیں ایسی ہیں جن کے شروع میں ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ﴾ سے خطاب ہے۔ ایک نصف اوّل میں ہے' وہ سورۃ النساء ہے' دوسری نصف ثانی میں ہے' وہ سورۃ الحج ہے۔ پہلی سورت یعنی سورۃ النسا انسانیت کی ابتدا سے بحث کر رہی ہے جبکہ دوسری سورت سورۃ الحج آخرت سے متعلق ہے۔ انسان اس میں اگر غور کرے تو بلاغت کے عجیب عجیب پہلو اس پر واضح ہوں گے۔

امام راغب نے کہا: ''بعض اوقات'' ''النَّاسُ'' سے مراد فضلاء لیا جاتا ہے اور اس سے مراد عام لوگ نہیں ہوتے۔ یہ اُس وقت ہوتا ہے جب ''النَّاسُ'' میں انسانیت کے معنی کا اعتبار کیا جائے' اور وہ عقل کا ہونا اور تمام مخصوص قوی کا نام ہے' کیونکہ ہر چیز جب اس کا فعل مختص معدوم ہو جائے تو وہ اس نام کی حق دار نہیں رہتی۔ جیسا کہ ''ہاتھ'' ہے۔ اگر یہ اپنے خاص فعل سے محروم ہو جائے تو اس ہاتھ سے مراد چارپائی کا ہاتھ بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ﴾ (البقرۃ:۱۳) ''تم ایمان لاؤ ایسے جیسا کہ لوگ ایمان لے کر آئے''۔ یعنی وہ لوگ جن میں انسانیت پائی جاتی ہے' ان کی طرح ایمان لاؤ۔ انسان سے مراد مجرد انسان نہیں ہے۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ﴾ (النساء:٥٤)

''کیا وہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں۔''

یعنی وہ انسان جس میں انسانیت پائی جائے چاہے کوئی بھی ہو۔ اور بعض اوقات اس سے مراد نوع بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۲) ﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ﴾ (البقرۃ:۲۵۱)

''اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ سے ختم نہ کرتا تو زمین فساد سے بھر جاتی۔''

⑥ خطاب النوع

جس میں نوع سے خطاب ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ (البقرۃ: ۴۰)

''اے اسرائیل کی اولاد!''

یہاں پر ''بنو یعقوب'' مراد ہیں۔

⑦ خطاب العین

(۱) ﴿يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾ (البقرۃ: ۳۵)

''اے آدم! تو اور تیری بیوی دونوں جنت میں رہو۔''

(۲) ﴿يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ﴾ (ھود: ۴۸)

''اے نوح! سلامتی کے ساتھ اتر جا۔''

(۳) ﴿يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۰۴، ۱۰۵)

''اے ابراہیم! تو نے (اپنا) خواب سچا کر دکھایا۔''

(۴) ﴿يٰمُوْسٰى﴾ (الاعراف: ۱۴۴) ''اے موسیٰ (علیہ السلام)!''

(۵) ﴿يٰعِيْسٰى﴾ (آل عمران: ۵۵) ''اے عیسیٰ (علیہ السلام)!''

''يَامُحَمَّدُ'' قرآن میں نہیں آیا' بلکہ اس کی جگہ ''يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ'' اور ''يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ'' آیا ہے۔

⑧ خطاب المدح

یعنی ایسا خطاب جس میں مدح ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے ایمان والو!''

یہ خطاب اُن اہل مدینہ کے لیے ہے جنہوں نے ہجرت کی اور ایمان لے کر آئے۔ یہ خطاب اہل مدینہ کو اہلِ مکہ سے جدا کرنے کے لیے ہے۔ اہل مکہ کو عام طور پر ''يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ'' سے خطاب کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اہل کفر کو اصل حکم ایمان لانے کا تھا۔ جو اُن میں سے ایمان لے آئے ان کو پھر ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' کے ذریعہ شریعت کے احکام کی تفصیل بتائی گئی۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۲) ﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (النور: ۳۱)

''اور اللہ کے ہاں توبہ کرو سب کے سب اے اہل ایمان!''

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں خطاب ظاہر کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہے اور یہاں خطاب منافقین کو ہے جو کہ بظاہر ایمان کا دعویٰ کرتے تھے جبکہ ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ﴾ (المائدۃ:٤١)

''انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اپنے مُنہ سے' حالانکہ ان کے دل ایمان نہ لائے۔''

علامہ زمخشریؒ نے جائز قرار دیا ہے کہ سورۃ المجادلہ میں اس خطاب کو منافقین کے لیے یا اہل ایمان کے لیے خاص کر دیا جائے:

(٣) ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ﴾ (المُجادلۃ:١٢)

''اے اہل ایمان! جب تم اللہ کے رسول سے سرگوشی کرو۔''

''یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ'' اور ''یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ'' کا خطاب بھی اسی نوع کے تحت داخل ہے۔ اس لیے آپ دیکھیں گے کہ بعض جگہ ''یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ'' سے خطاب ہے۔ وہاں ''یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ'' سے خطاب مناسب نہ تھا۔ (عموماً ''یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ'' کا خطاب عام جگہ پر ہوتا ہے جبکہ ''یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ'' کا خطاب خاص جگہ پر ہوتا ہے۔)

(٤) ﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (المائدۃ:٦٧)

''اے رسول (ﷺ)! آپؐ پہنچا دیں جو آپؐ کی طرف آپؐ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔''

جبکہ خاص جگہ پر خطاب اس طرح سے فرمایا:

(٥) ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ (التحریم:١)

''اے نبیؐ! آپؐ کیوں اس چیز کو حرام قرار دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لیے حلال کر دی ہے۔''

(٦) ﴿اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (الاحزاب:٥٠)

''اگر نبیؐ اس سے نکاح کرنا چاہیں۔ یہ صرف آپؐ کے لیے ہے اہل ایمان کے علاوہ۔''

اسی طرح اس آیۂ مبارکہ میں:

(٧) ﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (احزاب:٣٢)

''اے نبیؐ کی بیویو! تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو۔''

''یٰنِسَآءَ الرَّسُوْلِ'' نہیں کہا' کیونکہ یہ عام ہے اور ''یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ'' خاص ہے۔ اور بعض اوقات ''یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ'' کا خطاب عام ہوتا ہے لیکن اس کے لیے تعمیم کا کوئی قرینہ ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(٨) ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ﴾ (الطلاق:١)

''اے نبیؐ جب تم عورتوں کو طلاق دو۔''

یہاں ''طَلَّقْتَ'' کی بجائے ''طَلَّقْتُمْ'' کہا ہے جو کہ خطاب کی عمومیت پر دلالت کرتا ہے۔

⑨ خطاب الذم

یعنی جس خطاب میں کسی کی مذمت کی جائے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ﴾ (التحریم:۷)

''اے کافرو! آج کے دن عذر نہ پیش کرو۔''

(۲) ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ (الکافرون)

''کہہ دیجیے اے کافرو!''

اہل ایمان سے عام طور پر بلاواسطہ خطاب ہوتا ہے جبکہ کفار کے ساتھ بالواسطہ خطاب ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۳) ﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (الانفال:۳۸)

''آپؐ کہہ دیں ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا۔''

اسی طرح ارشاد ہے:

(۴) ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ (الانفال:۳۹)

''ان سے آپؐ لڑیں یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔''

اہل ایمان کو براہِ راست خطاب فرمایا جبکہ کفار سے خطاب کرنے میں اعراض کیا۔ اسی وجہ سے جب آپؐ کسی قوم سے ناراض ہوتے تو کہتے:

((مَا بَالُ رِجَالٍ يَفْعَلُوْنَ كَذَا؟))

''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسا کرتے ہیں؟''

آپؐ ان سے اعراض کرتے ہوئے ان کو غیب کے انداز میں خطاب فرماتے۔

⑩ خطاب الکرامۃ

یعنی ایسا خطاب جس میں کسی کی عزت و تکریم ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾ (الاعراف:۱۹)

''اور اے آدمؑ! تو اور تیری بیوی جنت میں رہیں۔''

(۲) ﴿اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ﴾ (الحجر:۴۶)

''تم (سب) داخل ہو جاؤ اس (جنت) میں سلامتی کے ساتھ۔''

⑪ خطاب الاھانۃ

کسی کو ذلیل کرنے کے لیے خطاب کرنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ابلیس کے بارے میں ہے:

(۱) ﴿فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ﴾ (الحجر: ٣٤'٣٥)

''بے شک تو مردود ہے اور تیرے اوپر لعنت ہو۔''

اہل جہنم کے بارے میں فرمایا:

(۲) ﴿قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝﴾ (المؤمنون)

''اس میں ذلیل وخوار ہو کر پڑے رہو اور مجھ سے کلام تک نہ کرو۔''

اسی طرح ابلیس کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

(۳) ﴿وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ﴾ (الاسراء: ٦٤)

''اور ان پر اپنے گھوڑے اور پیادوں کو دوڑا لے۔''

(۴) ﴿اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ﴾ (الاسراء: ٦٥)

''بے شک میرے بندوں پر تجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔''

⑫ خطاب تہکم

اس سے مراد مخاطب کا مذاق اڑانا ہے۔ جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں: تَهَكَّمَ الْبِئْرُ ''کنواں گر گیا''۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝﴾ (الدُّخان)

''چکھ (عذاب کو) بے شک تو بڑا باعزت اور بزرگ تھا۔''

یہ ابوجہل سے خطاب ہے' کیونکہ اس نے آپؐ سے کہا تھا کہ میں مکہ کے دو پہاڑوں کے درمیان سب سے باعزت اور بزرگی والا ہوں''۔

(۲) ﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝﴾ (التوبۃ)

''آپؐ ان کو خوشخبری دے دیں ایک دردناک عذاب کی۔''

(۳) ﴿وَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝﴾ (الواقعۃ)

''اور اگر وہ جھٹلانے والا گمراہ لوگوں میں سے ہوا تو (ہم) گرم پانی سے' اور اس کو جہنم میں جھونک کر اس کی مہمان نوازی کریں گے۔''

⑬ واحد لفظ کے ساتھ جمع کو خطاب:

یعنی لفظ واحد ہو لیکن خطاب ایک جماعت کو ہو۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

(۱) ﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ﴾ (الانشقاق:٦)

''اے انسان بے شک تو مشقت اٹھا رہا ہے۔''

(۲) ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (العصر:٢'٣)

''بے شک انسان البتہ خسارے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے۔''

یہاں استثناء اس بات کی دلیل ہے کہ ''الانسان'' سے مراد جمیع انسان ہیں۔

(۳) ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ﴾ (الحجر:٦٨)

''بے شک یہ میرے مہمان ہیں۔''

''ضیف'' کی جمع ''ضیوف'' ہے لیکن ''ضیوف'' نہیں کہا۔

(۴) ﴿هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ﴾ (المنفقون:٤)

''وہ دشمن ہیں' ان سے بچ کر رہیں۔''

یہاں ''اَلْاَعْدَاءُ'' نہیں کہا جو کہ ''عَدُوٌّ'' کی جمع ہے۔

(۵) ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟﴾ (البقرة:٢٨٥)

''ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے۔''

(۶) ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ﴾ (المائدة:٦)

''اور اگر تم جنبی ہو تو پاکی حاصل کرلو۔''

یہاں ''جُنُبًا'' وصف کی مثال ہے۔

(۷) ﴿اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪﴾ (النور:٣١)

''یا وہ بچے جو کہ عورتوں کے پوشیدہ معاملات سے واقف نہ ہوں۔''

یہاں ''اَلطِّفْل'' اسم جنس کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ علامہ ابن جنی کہتے ہیں کہ اس قسم کا خطاب عام طور پر اسم میں ہوتا ہے جبکہ صفت میں کم ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۸) ﴿وَالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ﴾ (الحاقة:١٧)

''اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔''

یہاں ''المَلَكُ'' اسم جنس ہے۔

(۹) ﴿وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝﴾ (الفجر)

''اور آئے گا آپ کا ربّ اور فرشتے صفیں باندھے ہوئے۔''

یہ بھی اسم جنس کی مثال ہے۔ صفت کی مثال درج ذیل ہے:

(۱۰) ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ﴾ (الفرقان:۲۷)

''اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا۔''

(۱۱) ﴿وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝﴾ (الرعد)

''اور عنقریب جان لیں گے کافر کہ کس کے لیے آخرت کا گھر ہے۔''

(۱۴) واحد کو جمع کے لفظ کے ساتھ خطاب کرنا:

بعض اوقات خطاب فردِ واحد کو ہوتا ہے لیکن صیغہ خطاب جمع کا ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) ﴿يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ط﴾ (المؤمنون:۵۱)

''اے رسول (ﷺ)! آپ پاکیزہ چیزوں میں سے کھائیں اور نیک عمل کریں۔''

یہاں ''رُسُل'' جمع کا صیغہ ہے اور مراد آپ ﷺ ہیں' کیونکہ آپؐ کی زندگی میں نہ کوئی رسول تھا اور نہ آپؐ کے بعد کوئی رسول آنے والا ہے۔ اس کے بعد فرمایا:

﴿فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ﴾ (المؤمنون:۵۴)

''آپؐ ان کو چھوڑ دیں وہ اپنی بے ہوشی میں پڑے رہیں۔''

یہ بات اس کی دلیل ہے کہ پچھلی آیات میں ''الرُّسُل'' سے مراد صرف آپؐ ہی ہیں۔

(۲) ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ط وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ (النحل:۱۲۶)

''اگر وہ تم پر زیادتی کریں تو تم ان پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی تم پر زیادتی کی گئی' اور اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔''

یہاں پر بھی خطاب آپ ﷺ سے ہے۔ اس کی دلیل اگلی آیت ہے۔

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ (النحل:۱۲۷)

''اور آپؐ صبر کریں اور آپ کا صبر اللہ ہی کے ساتھ ہے۔''

(۳) ﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ﴾ (النور:۲۲)

''اور نہ قسم کھائیں وہ لوگ جو تم میں سے صاحب فضل اور حیثیت والے ہیں۔''

یہاں خطاب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے۔

(۴) ﴿فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا﴾ (ھود:۱۴)

''پھر اگر نہ قبول کریں تمہاری بات کو' تو جان لو۔''
یہاں بھی خطاب آپ ﷺ سے ہے۔
(۵) ﴿فَفَرَرْتُ مِنكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ﴾ (الشعراء:۲۱)
''پس میں بھاگا تم سے جب میں نے تم سے خوف محسوس کیا۔''
''تم'' سے مراد فرعون ہے۔
(۶) ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ﴾ (المؤمنون)
''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آئے گی تو کہے گا: اے میرے ربّ! مجھے واپس بھیج دے۔''
یہاں ''اِرْجِعُوْنِ'' سے مراد ''اِرْجِعْنِیْ'' ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے جمع میں خطاب کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عام طور پر اپنے بارے میں کہتے ہیں: ''نَحْنُ جَعَلْنَا'' ہم نے یہ کام کیا۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ''رَبِّ'' استغاثہ ہے اور ''ارْجِعُوْنِ'' میں خطاب فرشتوں سے ہے۔ ''السُّهَيْلِي'' نے کہا ہے کہ یہاں مخلوق مراد ہے' کیونکہ یہ اس شخص کا قول نقل کیا گیا ہے جس کے پاس موت کے وقت شیاطین اور عذاب کے فرشتے آتے ہیں تو اس کا حافظہ خراب ہو جاتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ کیا کہے۔ اس حال میں وہ مخلوق کو پکارتا ہے کہ مجھے موت سے بچالو۔
(۷) ﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ﴾ (الزخرف:۳۲)
''ہم نے ان کے درمیان ان کی روزی تقسیم کر دی''۔
اللہ کے لیے جمع کی ضمیر (نَحْنُ) استعمال ہوئی ہے۔
''المبرد'' نے ''الکامل'' میں کہا ہے کہ جمع کی ضمیر مخلوق میں سے کسی کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ تکبر ہے اور تکبر اللہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔
(۸) ﴿أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ﴾ (النور:۲۶)
''وہ لوگ اس سے پاک ہیں جو وہ باتیں بنا رہے ہیں۔''
اس سے مراد حضرت عائشہ ؓ ہیں۔
(۹) ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ﴾ (الشعراء)
''قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا۔''
یہاں ''الْمُرْسَلِيْنَ'' سے مراد حضرت نوح ؑ ہیں۔

(۱۰) ﴿فَنٰظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴾ (النحل)

''پس (میں) دیکھتی ہوں کیا جواب لے کر سفیر واپس آتے ہیں۔''

یہاں ''الْمُرْسَلُوْنَ'' ایک سفیر کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اس کی دلیل اگلی آیت ہے۔

﴿اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ﴾ (النمل:۳۷)

''تو ان کی طرف لوٹ جا۔''

(۱۱) ﴿اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً﴾ (التوبۃ:٦٦)

''اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں گے تو ایک گروہ کو عذاب بھی دیں گے۔''

قتادہ نے کہا یہاں پہلے ''طائفۃ'' سے مراد ایک آدمی ہے۔ وہ منافق نبی ﷺ کے بارے میں جو کہتے تھے وہ ان سے اس بارے میں تعاون نہ کرتا تھا۔ (جاری ہے)

بقیہ: نباتاتِ قرآن

محترم محقق نے قرآنی نام ''سِدر۔ سِدرۃ'' لکھا ہے۔ نہ جانے انہوں نے عربی نام ارز العرب اور ارز البنان کیوں لکھ دیا ہے' حالانکہ دونوں کے معنوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک کے معنی ہیں بیری کا درخت اور دوسرے کے معنی ہیں چاول۔ عربی میں بھی اس کا نام وہی ہے جو قرآن میں ہے۔

ایک اور مغالطہ محقق کو یہ لگا ہے کہ انہوں نے اصوات کی مناسبت سے اسے CEDAR لکھ دیا ہے' حالانکہ انگریزی میں اسے "Lotus Ja Jajube, Christ Thorn" کہا جاتا ہے۔

فاضل محقق نے اس کا نباتاتی نام بھی غلط لکھا ہے۔ سِدرہ کا نباتاتی نام Zizyphus spina christi یا Linnaeus rhamnus spina christi ہے۔ اس کے لیے لین کی ''مدالقاموس'' دیکھی جا سکتی ہے۔

میثاق' حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے انٹرنیٹ ایڈیشن
تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجیے۔